© rasailojaraid.com



# حکیم ترمذی کی خود نوشت سوانح عمری

محمد خالد مسعود

## حالات زندگی

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ قدیم صوفیا میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ متقدمین کے اس گروہ میں سے ہیں جو بیک وقت کئی علوم کے جامع ہوتے تھے۔ آپ محدث، حنفی فقیہہ اور صوفی تینوں حیثیتوں سے معروف ہیں۔ یوں تو آپ کی تصنیفات علوم عقلیہ و نقلیہ کی ہر صنف پر موجود ہیں۔ لیکن تصوف میں غالباً آپ ہی سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے دل کی دنیا کے گہرے رموز و اسرار پر قلم اٹھایا۔ بعد کے اکثر صوفیا نے آپ سے استفادہ کیا ہے داتا گنج بخش علی الہجویری علیہ الرحمہ (متوفی ۴۶۵ھ یا ۴۶۹ھ) آپ کے علم و معرفت کی بنا پر آپ کا ذکر بے حد احترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔

شیخ با خطر و فانی از اوصاف بشر ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی اندر فنون علم کامل و امام بود و از مشائخ محتشم۔ بود۔ وی تخت عظم است بنزدیک من چنانکہ جملگی دلم شکار اوست بلہ

ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی باہمت اور اولوالعزم شیخ تھے جو صفات بشری سے بیگانہ تھے۔ علم کے تمام انواع و فنون میں کامل اور امام تھے۔ مشائخ محتشم میں سے تھے۔ میں ان کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میرا دل پوری طرح ان کا شکار ہے۔

داتا گنج بخش اپنے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن الختلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"محمد بن علی در یتیم است کہ در عالم ہمتا ندارد" [1]

(محمد بن علی ایسا نایاب ہیرا ہے جس کا ساری دنیا میں جواب نہیں)

داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں تیس سے زیادہ صفحات میں حکیم ترمذی کے حالات زندگی خصوصاً ان کے صوفیانہ نظریات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نظریات کی تفصیل ہمیں کشف المحجوب کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔

ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ماوراءالنہر کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔ مختصر سی سوانح عمری زیر نظر مخطوطہ "بدو شان" میں لکھتے ہیں۔

میں نے آٹھ سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتدا کی تھی دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم آثار اور علم رائے پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے اپنے استاد کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن تذکرہ الاولیاء کے مصنف شیخ فرید الدین عطار نے اس کی تفصیل یوں دی ہے [2]

ابو عبداللہ صغر سنی ہی میں والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ بڑے ہوئے تو اپنے دو دوستوں کی معیت میں تحصیل علم کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے انہی دنوں ان کی والدہ سخت بیمار پڑ گئیں۔ انہیں بیٹے کے ارادے کا علم ہوا تو بلا کر کہا "میرے بیٹے تم جانتے ہو میں ضعیف و لاچار ہوں میرا اور کوئی رشتہ دار نہیں تمہارے سوا کوئی میری دیکھ بھال کرنے والا نہیں تم آخر مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو؟" ابو عبداللہ بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔ ان کے دوسرے دو دوست سفر پر روانہ ہو گئے۔ وقت گزرتا گیا۔ ابو عبداللہ اپنی محرومی اور بے بسی پر رویا کرتے۔ ایک مرتبہ کسی مقبرہ میں بیٹھے اسی طرح گریہ کناں تھے اور کہہ رہے تھے۔ افسوس میں جاہل اور نادان پڑا رہ گیا۔ چند ہی دنوں میں میرے ساتھی علم حاصل کر کے واپس آ رہے ہوں گے۔"

اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش بزرگ جن کا چہرہ نور الٰہی سے چمک رہا تھا سامنے کھڑے ہیں بزرگ نے پوچھا۔ کیوں رو رہے ہو۔ آپ نے ساری کہانی سنائی بزرگ نے کہا کیا میں نہ تمہیں ہر روز کچھ پڑھا دیا کروں۔ اس طرح تم بہت جلد اپنے ساتھیوں سے آگے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جاؤ گے۔ ابو عبداللہ فوراً رضامند ہو گئے۔ اس طرح آپ نے ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ شیخ عطار کا خیال ہے کہ یہ بزرگ خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔[۴]

ستائیس سال کی عمر میں آپ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔[۵] راستہ میں عراق سے گذر ہوا۔ جہاں انہوں نے مختلف اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ میں باب ملتزم پر آپ گریہ وزاری کرتے اور استغفار کرتے اور دعا مانگتے کہ دنیا کی محبت ان کے دل سے نکل جائے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ہی آپ کو حفظ قرآن کا اشتیاق ہوا اور اتنا بڑھا کہ راستہ میں آپ نے بیشتر حفظ کر لیا۔ واپس آئے تو ایسے مرشد کی تلاش میں رہنے لگے، جن سے راہ ہدایت پا سکیں۔

انہی دنوں آپ کو چند صوفیا اور اہل معرفت کی صحبت نصیب ہوئی اور الانطاکی کی کتاب کا علم ہوا[۶] جس سے آپ نے تزکیہ نفس کے طریقے اخذ کئے۔ اب آپ کا زیادہ وقت صحراؤں میں عزلت گزینی اور مراقبے میں بسر ہوتا۔ ان دنوں آپ کو بہت سے رویائے صادقہ اور لطائف نورانی نظر آئے اور آپ کی طبیعت زیادہ سے زیادہ عزلت گزینی اور صحرا اور ویرانوں میں بادیہ پیمائی کی طرف مائل رہنے لگی۔ انہی دنوں آپ نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامی جامع مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حکیم ترمذی بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔ ایک اور خواب میں دیکھا کہ ان کو ایک مجلس میں خدائے ذوالجلال کے حضور لے جایا گیا اور ان کو وہاں مغفرت کی خوشخبری سنائی گئی۔ انہوں نے اس قسم کے کئی رؤیا دیکھے کچھ عرصے کے بعد انہیں ریاضت نفس کی استعداد نصیب ہوئی۔ نفسانی خواہشات سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور عزلت کی طرف طبیعت مائل رہنے لگی۔ اکثر شام کو آپ کے ہاں اہل دل اور صاحبان معرفت کی مجلس رہتی۔ رات گئے تک اذکار و مناظرے میں مشغول رہتے۔ اور طلوع فجر تک نوافل اور دعاؤں میں مصروف رہتے۔[۷]

معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی علیہ الرحمہ نے انہی دنوں میں کچھ کتابیں لکھیں جن میں آپ نے اپنے واردات کو استعارات و رموز کی صورت میں ذکر کیا۔ لیکن ترمذ کے علماء اور عوام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



باتیں ناگوار گذریں اور بڑی شدومد کے ساتھ ان کی مخالفت شروع ہوئی حتیٰ کہ ان کو ترمذ سے ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ ان کے اکثر سوانح نگار لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے عقائد عامہ سے ہٹ کر کچھ نظریات پیش کئے جن کی پاداش میں ان کو شہر ترمذ سے نکالا گیا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ اولیا کو انبیا سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی دلیل میں وہ مشہور حدیث یغبطھم النبیون والشہداء (انبیا اور شہدار ان پر رشک کرتے ہیں۔ علامہ السبکی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے یہ الزام لگایا کہ حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ لفظ غبطہ (رشک) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیا انبیائے سے افضل ہیں کیونکہ اگر اولیار کی انبیا پر افضلیت تسلیم نہ کی جائے تو لفظ "رشک" کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تاہم علامہ تاج الدین سبکی نے اس الزام کی شدت سے تردید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کوئی صاحب ایمان کسی غیر نبی انسان کو انبیار پر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ سلمی نے لکھا ہے کہ لوگوں نے غالباً حکیم ترمذی کی بات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اور غلط مطلب نکال کر ان پر الزام لگائے ہیں۔

اپنی خود نوشت سوانح عمری میں حکیم ترمذی خود اس الزام کی تردید یوں فرماتے ہیں۔

وصار الامر الی ان سعی بی الی والی بلخ و وردوا البلاد من عنده حتی یبحث عن ھذا الامر ورفع الیہ ان ھھنا من یتکلم فی الحب و یفسد الناس و یبتدع و یدعی النبوۃ، وتقولوا علی مالم یخطر ببالی قط، حتی صرت الی بلخ وکتب علی قبالتہ ان لا یتکلم فی الحب وکان ذلک من اللہ تبارک اسمہ سببا لتطھیری۔

بات یہاں تک بڑھی کہ والی بلخ سے میری شکایت کی گئی اور مزید آزمائش اس کی طرف سے یہ آئی کہ اس نے معاملے کی تفتیش کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اسے یہ بات پہنچائی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جو "حب" محبت کی باتیں کرتا ہے۔ لوگوں میں فساد ڈالتا ہے نئی نئی باتیں نکالتا ہے اور نبوت کا مدعی ہے، الغرض انہوں نے وہ سب کچھ کہا جس کا میرے دل پر کبھی شائبہ بھی نہیں گذرا تھا۔ چنانچہ مجھے بلخ لے جایا گیا اور وہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مجھ سے یہ اقرار نامہ لکھوایا گیا کہ میں آیندہ محبت کے بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا (لیکن ہوا یہ کہ) یہ بات اللہ تبارک اسمہ کی طرف سے میری تطہیر و پاکیزگی کا باعث بن گئی۔

اکثر مورخین یہی لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی بلخ آئے تو یہاں کے لوگوں نے بڑا پرجوش خیر مقدم کیا اور ان کو پورے احترام و وقار کے ساتھ شہر میں لے جایا گیا۔ کیونکہ لوگوں نے دیکھا کہ حکیم علیہ الرحمہ کے نظریات و عقائد ان کے معتقدات کے بالکل مطابق تھے[۱۴]

لیکن "ہدوشان" کے مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ نہیں تھی۔ بلکہ بلخ میں اس لئے بلایا گیا کہ وہاں ان پر کڑی نظر رکھی جا سکے۔ جیسا کہ حکیم ترمذی لکھتے ہیں کہ وہاں ان سے قبالہ لکھوایا گیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مورخین کے ہاں لفظ فقبلوہ نے کافی مغالطہ پیدا کیا ہے غالباً سب سے پہلے یہ قبالہ لکھوانے کے معنوں میں استعمال ہوا۔ لیکن بعد والوں نے اسے قبول کے معنوں میں لیا اور اس طرح مغالطہ بڑھتا چلا گیا اس حقیقت کو تاریخی حقائق سے ملا کر دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ بلخ اس علاقہ کا پایہ تخت تھا۔ اور ترمذ اس کے ماتحت تھا۔ چنانچہ یہ بات بعید از فہم معلوم ہوتی ہے کہ ایک ماتحت علاقے سے اسی حکومت کے حکم سے کسی ناپسندیدہ شخصیت کو نکالا جائے۔ اور پایہ تخت میں اس کا استقبال کیا جائے۔

انہی دنوں ملک میں ایک فتنہ برپا ہوا۔ حکیم ترمذی کے مخالفین کو شکست و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کا تخت الٹ گیا اور حکیم کے سارے دشمن تتر بتر ہو گئے۔[۱۵]

حکیم ترمذی کی آزمائشوں کا دور ختم ہوا۔ سابقہ عزت و احترام عود کر آیا۔ آپ کے مداحین آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ غالباً انہی دنوں آپ کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ حکیم سے کہو۔ ان الامیر یامرک ان تعدل (امیر کا حکم ہے کہ تم عدل کرو۔) کچھ عرصہ بعد شہر کے معززین آپ کے گھر آئے اور معذرت کی۔ اس کے بعد وہ سب حکیم علیہ الرحمہ کو مسجد میں لے گئے جہاں سب لوگوں نے خدائے غفور کے حضور اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا اور توبہ و استغفار کی۔

بہت جلد ان کے ہاں شاگرد جمع ہونے لگے۔ ان کے مواعظ و خطبات لوگوں کے دلوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں گھر کرلے اور اس طرح اب انہیں اپنے نظریات وعقائد کی تشریح وتبلیغ کا موقع ملا جس سے بتدریج ان کی عزت وشہرت کو استحکام حاصل ہوتا گیا[17]

## تاریخِ وفات

تاریخ ولادت کی طرح حکیم ترمذی کی صحیح تاریخ وفات بھی معلوم نہیں۔ مورخین بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات اسّی یا نوے[18] برس کی عمر میں ہوئی۔ دارا شکوہ[19] نے ان کی تاریخ وفات ۲۵۵ھ بیان کی ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ۲۸۵ھ کہا ہے[20] کلاباذی کا جو مقابلۃً متقدمین میں سے ہیں خیال ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے تھے[21] علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ حکیم ترمذی ۲۸۵ھ میں نیشاپور میں درس حدیث دیتے تھے[22] ابن حجر نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حکیم ترمذی یقیناً ۳۲۰ھ تک زندہ رہے ہوں گے۔ کیونکہ مشہور محدث الانباری[23] کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ۳۱۸ھ میں حکیم ترمذی کے حلقۂ درس حدیث میں شرکت کی[24] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مورخین کو آپ کے ہم عصر مشہور محدث امام ابوعیسیٰ ترمذی (مشہور مجموعۂ حدیث جامع الترمذی کے مؤلف) کی تاریخوں سے تشابہ ہوا ہے ان کی تاریخ وفات کے بارے میں بھی کافی اختلاف موجود ہے۔ ۲۷۰ھ، ۲۷۵ھ۔ اور ۲۷۹ھ مختلف سنین میں ان کی وفات بیان کی گئی ہے[25] حکیم ترمذی کی خودنوشت سوانح عمری میں جو اس مقالہ کا موضوع ہے، فقط ایک تاریخ درج ہے۔ آخری عشرہ ذوالقعدہ ۲۶۹ھ[26] اس مخطوطے میں ان واقعات کی بعض تفصیلات کا بھی ذکر ہے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں)۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کو اپنی مشہور کتاب "ختم الولایہ" کی وجہ سے سخت ابتلا کے دور سے گذرنا پڑا[27]۔ ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ مخطوطہ یقیناً کتاب الولایہ کے بعد لکھا گیا اور چنانچہ اس صورت میں یہ کسی طرح بھی ان کے اوائل حیات کی تصنیف نہیں ہوسکتی[28] اب ہم تاریخ وفات کے تعین کی کوشش کرتے ہوئے ایک ایک تاریخ کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ۲۵۵ھ تو صریحاً غلط ہے کیونکہ مخطوطہ میں اس کے چودہ سال بعد کی تاریخ (۲۶۹ھ) درج ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۳۱۸ھ اور ۳۲۰ھ بھی صحیح نہیں ہوسکتی، کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حکیم ترمذی نے ۸۰ یا ۹۰ برس کی عمر میں وفات پائی تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انھوں نے یہ مخطوطہ تیس چالیس برس کی عمر میں لکھا اور اگر یہ مان لیا جائے تو ان کی کتاب "ختم الولایہ" اس سے بھی پہلے کی تصنیف ٹھہرتی ہے جو ان کے تذکرہ نگاروں کے بیان کے قطعاً منافی ہے کہ یہ کتاب ان کی اواخر عمر کی تصنیف ہے۔

غرض حکیم ترمذی کی ممکنہ تاریخ وفات ۲۹۶ھ ہی ہے[29] اس لحاظ سے یہ مخطوطہ اس وقت لکھا گیا جب کہ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی بفرضیکہ آپ نے نوے برس کی عمر میں وفات پائی ہو اور اس سال کی عمر میں وفات پائی ہو تو اس تصنیف کے وقت ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

# تصانیف

آپ کی تصانیف سے اہل قلم صوفیاء بے حد متاثر ہوئے اور اکثر نے ان سے استفادہ کیا۔ ماسینون لکھتے ہیں حکیم ترمذی کے بعد کے تصوف پر جو گہرے اثرات ہوئے اس میں ان کے شاگردوں کے بجائے ان کی تصنیفات کا زیادہ حصہ ہے[30] ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:-

"آپ کی تصنیفات کو بہت زیادہ نقل کیا گیا ہے۔ ابن عربی نے اپنی تصنیف "فتوحات" میں ترمذی کی کتاب "ختم الولایہ" سے ولایت پر ۱۵۵ سوال نقل کئے ہیں۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین کے تیسرے حصے میں حکیم کی کتاب "الاکیاس" کا بیشتر حصہ نقل کر دیا ہے۔ ابن قیم نے کتاب الروح میں حکیم کی "فروق" سے پیرے کے پیرے نقل کئے ہیں"[31]

حکیم ترمذی کی بیشتر تصانیف ابھی تک مخطوطات کی صورت میں پڑی ہیں۔ ماسینون سے پہلے تک تو یہ حالت تھی کہ ان مخطوطات کا وجود بھی مختلف کتابوں میں ان کے ناموں کے تذکرے تک تھا لیکن بعد کے علماء کی چھان بین اور جد و جہد سے مخطوطے دریافت ہو چکے ہیں۔ ان کی تمام تصانیف جو ابھی تک معلوم ہو سکی ہیں ۷۵ کے لگ بھگ ہیں[32] ان میں سے بیشتر مختلف موضوعات پر رسائل ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۱- نوادرالاصول (فی معرفتہ اخبارالرسول) مطبوعہ استنبول ۱۲۹۳ھ)
اس کا ایک اور ایڈیشن شرح اور حاشیہ کے ساتھ "مرقاۃ الوصول الی نوادر الاصول" کے نام سے شائع ہوا۔

۲- کتاب الریاضہ وادب النفس (قاہرہ ۱۹۴۷) تحقیق۔ اے۔ جی۔ اربری اور علی عبدالقادر۔

۳- بیان الفرق بین الصدر والقلب والفؤاد واللبّ
تحقیق۔ ڈاکٹر نقولا ہیر (قاہرہ ۱۹۵۸)

۴- ختم الولایہ۔
یہ کتاب ختم الاولیاء کے نام سے عثمان اسمٰعیل یحییٰ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے (مطبعہ کاثو لیکیہ، بیروت ۱۹۶۵) اس رسالہ میں بدو شان بھی شامل ہے۔

۵- ختم الولایہ
یہ کتاب ختم الاولیاء کے نام سے
ریوسٹا دیگلی سٹڈی اورینتالی (رسالہ بزبان اٹلی) جلد ۱۸- ص ۳۱۵-۲۷ (۱۹۴۰ء)

۶- حقیقۃ الآدمیۃ
تحقیق عبدالمحسن الحسینی۔ مطبوعہ "مجلہ کلیات الآداب" اسکندریہ یونیورسٹی جلد سوم (۱۹۴۶) ص ۵۰-۸۰۸

## مخطوطہ

حکیم ترمذی کی خودنوشت سوانح عمری بعنوان بدو شان ابی عبداللہ کا ابھی تک صرف ایک ہی نسخہ معلوم ہے جو اسمٰعیل صاحب (نمبر ۱۵۷۱/۹) کے ہاں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ رسائل ترمذی (اسماعیل صاحب نمبر ۱۵۷۱) کا ایک حصہ ہے اس مجموعہ کی روٹوگراف کاپی کے جو ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی کی لائبریری میں موجود ہے۔ صفحہ ۲۲م اور ۶۰م پر کاتب کی تحریر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا مجموعہ ۵۹۳ھ میں ماہ صفر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



رجب میں ابوالحسن بن محمود نے حلب میں لکھا۔[۳۸]

اس مخطوطہ کا کاتب غالباً فارسی سے ناواقف تھا چنانچہ مخطوطہ میں جہاں کہیں فارسی الفاظ اور جملے آئے ہیں ان کو صحیح نہیں لکھا گیا اور اکثر بدقت تمام بھی صحیح پڑھے نہیں جاسکتے یہ مخطوطہ مجموعہ "رسائل ترمذی" اسماعیل صائب نمبر ۱/۱۵۷۱-۱۱ کا نمبر ۹ ہے۔ مجموعے میں حکیم ترمذی کے مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں۔

۱- کتاب الریاضۃ
۲- بیان العلم
۳- مسائل فی النیۃ
۴- جواب کتاب من الری
۵- الاکیاس والمغترون
۶- اجوبۃ المسائل
۷- الفرق بین الآیات والکرامات
۸- کتاب الحقوق
۹- بدوشان
۱۰- مسائل التعبیر
۱۱- منازل المقاصدین

مخطوطہ نسخی رسم الخط میں ہے۔ اور ہر صفحہ انیس سطور پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کو اس لحاظ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں مصنف کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ایسی معلومات ہیں جو دوسرے مآخذ میں نہیں ملتیں۔ اس رسالہ کا خلاصہ اولاً پروفیسر عثمان یحییٰ نے اپنے مقالہ لورنغے وترمذی (رسائل ترمذی میں پیش کیا۔

میلانشرے لوئی ماسینوں جلد سوم صفحات ۱۱۴م-۵۰ مطبوعہ دمشق ۱۹۵۷) اس کے بعد سٹانفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر نقولا ہیر نے اپنے مقالہ حکیم ترمذی کے بارے میں کچھ سوانحی اور کتابیاتی اشارات" میں ان معلومات کا خلاصہ پیش کیا۔ یہ مقالہ مطبوعہ لندن (۱۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



صفحات ۱۲۱-۱۳۴ (عالم اسلام) کی اس جلد میں شامل ہے جو پروفیسر کے حق کے نام معنون ہے۔

## موضوع

اپنی ابتدائی زندگی اور ان آفات و مصائب کی طرف اشارہ کر کے جو انہیں بلخ میں پیش آئیں اور جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ حکیم ترمذی نے اپنی قلبی واردات اور روحانی منازل کی تفصیل درج کی ہے۔ یہ تمام حصہ رویار کی صورت میں لکھا گیا ہے جو اکثر ان کی اہلیہ نے دیکھے۔ پہلے خواب میں ایک فرشتہ ان کی اہلیہ کو کہتا ہے کہ وہ حکیم ترمذی کو نصیحت کریں کہ وہ لا یعنی باتوں سے پرہیز کریں[۳۲]۔ ایک اور خواب میں زبان کی پاکیزگی کا حکم دیا جاتا ہے[۳۵]۔ ایک خواب میں فرشتہ وضاحت کرتا ہے رضا اور قناعت محض صوم و صلوٰۃ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ طہارتِ قلب سے حاصل ہوتی ہے[۳۶]۔ ایک اور خواب میں وہ ایک خشک لمبا درخت دیکھتی ہیں جس کے نچلے حصہ میں ایک پرندہ ہے جو اوپر کی طرف آہستہ آہستہ اڑ رہا ہے اور جس جس شاخ سے گذرتا ہے وہ سبز ہو جاتی ہے۔ درحقیقت یہ درخت ایمان کی رمز ہے اور پرندہ کلمہ لا الہ الا اللہ کو ظاہر کرتا ہے[۳۷]۔

رسالے کے آخری حصے میں ایک بہت ہی اہم خواب درج ہے۔ حکیم کی اہلیہ دیکھتی ہیں کہ ایک ترک امیر کے لشکر کے اچانک داخل ہو جانے سے ملک کے سب لوگ سخت پریشان ہیں۔ آگے بڑھ کر پوچھتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ جب تک چالیس آدمی جن میں حکیم ترمذی بھی شامل ہوں امیر کے حضور میں پیش نہیں ہوں گے یہ ملک محفوظ نہیں۔ چنانچہ حکیم ترمذی انتالیس آدمیوں کو ساتھ لے کر امیر سے ملتے ہیں اور عام معافی دے دی جاتی ہے[۳۸]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب میں حکیم کے "نظریہ اربعین" کی طرف اشارہ ہے۔

اس رسالے میں حکیم کے تین مریدوں کے خواب دیکھنے کا بھی ذکر ہے جن کے نام ابو داؤد خیاط[۳۹]۔ احمد بن جبریل بزاز[۴۰]۔ محمد بن نجم خشاب[۴۱] ہیں۔

حکیم ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کچھ عرصہ زوال آفتاب[۴۲] کے بعد وحی اور علم تربیت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دیگر حسابات سیکھنے میں مشغول رہے۔ خصوصاً اصطرلاب کے استعمال میں کافی دسترس حاصل کرلی تھی[۴۲]

بعض خواب جن میں فارسی کلمات تھے اس مخطوطے میں درج نہیں کئے گئے۔ بہرکیف یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی کو منازل تصوف میں اوراد و تلقین ان کی اہلیہ کی معرفت موصول ہوئے تھے۔ خود بھی ان واردات سے گذر رہی تھیں۔ ان کی اہلیہ پر بھی اسمائے الٰہی کے تمام انوار یکے بعد دیگرے منکشف ہوتے تھے[۴۳] ان رویاء میں حکیم ترمذی کو تین صفات الٰہی عظمت، جلال اور بہا کا خصوصی علم عطا کیا گیا[۴۴]

آخر میں حکیم کی اہلیہ پر اسمِ لطیف کے انوار منکشف ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ سالہ ختم ہوتا ہے[۴۵]

## حوالہ جات

۱؎ بعض اصحاب جرح نے حکیم ترمذی کے محدث ہونے میں کلام کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی قاضی کمال الدین ابن العدیم مصنف تاریخ حلب کے حوالے (المحلہ فی الرد علی ابی طلحہ) سے لکھتے ہیں کہ

وھذا الحکیم الترمذی لم یکن من اھل الحدیث، ولا روایۃ لہ، ولا علم لہ بطرقہ وصناعۃ وانما کان فیہ الکلام علی اشارات الصوفیۃ والطرائق دعوی الکشف عن الامور الغامضۃ والحقائق حتی خرج فی ذلک عن قاعدۃ الفقھاء واستحق الطعن علیہ بذلک والازراء وطعن علیہ ائمۃ الفقھاء والصوفیۃ، واخرجوہ بذلک عن السیرۃ المرضیۃ، وقالوا انہ ادخل فی علم الشریعۃ ما فارق بہ الجماعۃ وملأ کتبہ الفظیعۃ بالاحادیث الموضوعۃ وحشاھا بالاخبار التی لیست بمرویۃ ولا مسموعۃ وعلل فیھا جمیع الامور الشرعیۃ التی لا یعقل معناھا بعلل ما اضعفھا وما اوھاھا۔

تاہم علامہ ابن حجر کو اس رائے سے مکمل اتفاق نہیں وہ لکھتے ہیں۔ "ابن العدیم نے حکیم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جرح میں مبالغہ کیا ہے لیکن ان کی شہرت اور عظمت کے باوجود مجھے ان کی زندگی کے بارے میں تسلی بخش معلومات نہیں مل سکیں"

لسان المیزان (حیدرآباد ۱۳۳۱ھ) جلد ۵ صــ ۳۰۸

۲ـ علی الہجویری، کشف المحجوب، انگریزی ترجمہ آر۔ اے نکلسن (لندن ۱۹۱۱) صــ ۱۴۱

۳ـ متن بدوشان ابی عبداللہ ورق ۲۰۹ ب

۴ـ اے، جے آربری نے شیخ عطار کے اس بیان پر کہ حکیم ترمذی بچپن میں ہی والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے تھے۔ گرفت کی ہے۔ وہ علامہ تاج الدین السبکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے اپنے والد سے حدیث کی روایت کی ہے (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' جلد دوم صــ ۲۰)

حکیم ترمذی کی اپنے والد سے اپنی کتاب ریاضۃ النفس اور آداب النفس تحقیق ڈاکٹر آربری اور ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر۔ مطبوعہ مصطفی البابی ۱۹۴۷) میں صفحات ۲۰، ۸۱، ۱۳۷ اور ۱۵۵ پر مروی احادیث درج ہیں۔

۵ـ تذکرۃ الاولیاء تحقیق ڈاکٹر نکلسن، جلد دوم، صــ ۹۱-۹۲

۶ـ بدوشان، ورق ۲۰۹ ب

۷ـ شیخ السلمی نے "طبقات الصوفیہ" (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۳ صــ ۱۳۷-۱۴۵) میں دو انطاکیوں کا ذکر کیا ہے۔ ابوعبداللہ احمد بن عاصم الانطاکی اور عبداللہ بن خبیق الانطاکی حکیم ترمذی جن الانطاکی کا ذکر کر رہے ہیں، وہ غالباً ابوعبداللہ احمد الانطاکی ہیں۔ کیونکہ الفرق بین الآیات والکرامات (روٹوگراف کاپی، لائبریری ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی) کے صفحہ نمبر ۲۴۹ پر انہی کا ذکر موجود ہے۔

عثمان اسماعیل یحییٰ (ختم الاولیاء، کاتولیکیہ بیروت ۱۹۶۵ صــ ۱۵) نے حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں الانطاکی سے مراد احمد بن عاصم ہے اور یہ کتاب غالباً "علوم المعاملات" ہے۔

چوہدری عبدالعزیز سیکرٹری ٹیرف کمیشن کراچی کی تحقیق یہ ہے کہ حکیم ترمذی کو جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کتاب ملی وہ دراصل "کتاب الخلوۃ والتنقل فی العبادۃ ودرجات العابدین" تھی جو غلط طور پر مجلسی سے منسوب کی جاتی ہے۔

ؔ۸ - بدوشان - اوراق ۲۱۰ ب - ۲۱۱ ب

ؔ۹ - حکیم ترمذی نے الفرق بین الآیات والکرامات (فوٹو گراف مخطوطہ اسماعیل صائب ۱۵/۴ ورق نمبر ۱۵۷ ب) پر اس حدیث کو مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے۔

والاخبار المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عبادا یباھی بھم ملائکتہ والشر عبادا" لیسوا بانبیاء ولا شہداء یغبطھم النبیون والشہداء بمکانھم من اللہ یوم القیامۃ ثیابھم نور وجوھھم نور وعلی منابر من نور لا یفزعون اذا فزع الناس ولا یخافون اذا خاف الناس"

ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون، قیل من ھم یا رسول اللہ؟ قال: قوم من قبائل شتی لم تصل بینھم ارحام تحابوا فی جلال اللہ"

فمن باھا اللہ بہ ملائکتہ ایام الدنیا، ومکین لہ یوم القیامۃ علی منبر النور قائل ھذا منکر لہ احمق"

ؔ۱۰ - وقالوا انہ یقول: ان الاولیاء خاتما کما ان الانبیاء خاتما وانہ یفضل الولایۃ علی النبوۃ واحتج بقولہ علیہ السلام یغبطھم النبیون والشہداء" وقال: لو لم یکونوا افضل منھم لم یغبطوھم۔

ؔ۱۱ - ایضاً اعتذر اسلمی عنہ بیعد فھم الفاھمین (قلت) ولعل الامر کما زعم السلمی، والا انما نقل بسلم انہ یفضل بشرا علی الانبیاء علیھم السلام۔

ؔ۱۲ - بدوشان: ورق ۲۱۱ الف

ؔ۱۳ - حکیم ترمذی کی تحریروں کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم ترمذی پر یہ الزام کہ وہ ولایت کو نبوت سے افضل سمجھتے تھے صریحاً غلط ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ا۔ وجنات عدن محل الانبیاء علیہم السلام والفردوس محل الاولیاء وہی الغرف وہی سرۃ الجنۃ بحیال باب العرش فتوہموا ان تلک لمنازل الانبیاء علیہم السلام لا یبلغہا غیرہم فاعلم ان ذلک لیست بمنازل الانبیاء علیہم السلام وانما ہو منازل الاولیاء والانبیاء فوقہم لان درجۃ النبوۃ اعلیٰ۔

"نوادر الاصول" ص ۲۷۳ بحوالہ ڈاکٹر نقولا ہیر، حکیم ترمذی کے بارے میں کچھ سوانحی اور کتابیاتی اشارات مشمولہ دی ورلڈ آف اسلام (مطبوعہ لندن ۱۹۶۰ء) ص ۱۲۷

(ب) اعلم ان للنبوۃ واربعون جزءا ولا تکون ہذہ الاجزاء الا للنبی ومن کان لہ فی ہذہ الاجزاء جزئین او ثلثۃ علی الحقیقۃ یکون صاحبہ من الاولیاء یقوم بہ الدنیا۔

معرفۃ الاسرار؛ ورق ۱۴۷ بحوالہ ڈاکٹر نقولا ہیر محولہ بالا

ج۔ والنبی دون الرسول بدرجۃ والمحدث دون النبی بدرجۃ وللرسول درجۃ الرسالۃ وللنبی درجۃ النبوۃ وللمحدث درجۃ الحدیث

ادب النفس، ص ۱۱۲ مصطفیٰ البابی، ۱۹۴۷ء)

د۔ مندرجہ ذیل سوالات الجواب المستقیم عما سئل عنہ الترمذی الحکیم میں شامل ہیں۔ جسے کتاب الریاضۃ وادب النفس کے دیباچہ سے نقل کیا گیا ہے۔

این مقام الانبیاء من الاولیاء

ما فضل بعض النبیین علی بعض وکذلک الاولیاء

قولہ ان للّٰہ عبادا لیسوا بانبیاء یغبطہم النبیون بمقامہم وقربہم الی اللّٰہ

نظریہ "ولایت" کے بارے میں العفیفی نے یوں تصریح کی ہے

ابن عربی کے ہاں "ولی" کی اصطلاح رسول اور نبی کو بھی شامل ہے۔ ان کے نزدیک "ولایت" تمام روحانی منازل ذارادت کی بنیاد ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انبیا میں ولایت نبوت سے زیادہ کامل ہوتی ہے"

ملاحظہ ہو کتاب الریاضۃ ص ۲۱ اور العفیفی ابن عربی کا فلسفۂ تصوف انگریزی ص ۹۴-۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شیخ الہجویری نے حکیم ترمذی کے نظریۂ ولایت کو کشف المحجوب (صفحات ۱۷۷ - ۱۷۹) میں پوری تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"ان کے نظریات کی بنیاد "ولایت" پر تھی۔ وہ ولایت کی نوعیت، خصوصیات اور اولیا کے مدارج اور ان کے مناصب کے نظام کو تفصیل سے بیان کیا کرتے تھے چنانچہ ان کے نظریات سے آگاہی کے لئے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اولیا ہیں جنہیں اس نے تمام لوگوں میں سے چنا ہے اور جن کے نفوس کو آلائش و علاقہ دنیوی سے پاکیزہ کیا ہے۔ اور ہر ایک کا ایک درجہ مقرر کیا ہے اور ہر ایک کے لئے تصوف کے معانی کے دروازے کھولے ہیں محمد بن علی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ ولایت کی اصطلاح کا اطلاق طریقت و تصوف پر کرتے تھے اور ان کے رموز کی وضاحت کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ان اولیاء کو دنیا میں اپنی سلطنت کے امرا کے طور پر منتخب کیا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے تصرفات کا ظہور کر کے ممتاز کیا ہے اور ان کو خاص طور پر مختلف قسم کی آیات و کرامات عطا کی ہیں ان کو فطری ملوثات سے پاک کیا ہے، نفسانی خواہشات اور غلبۂ بہیمت سے ان کو منزہ کیا ہے حتیٰ کہ ان کے خیالات خدا کے خیالات ہیں اور ان کا خداوند تعالیٰ سے انتہائی قرب ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فیضان نبوت کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے اولیا کو منتخب کیا ہے جن کے ذریعے شہادت نبوت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ تاکہ حقیقت محمدیہ کی صداقت کے آثار و آیات کھلی آنکھوں دکھائی دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اولیا کو کائنات میں اپنے حاکم مقرر کیا ہے۔ وہ کلیتہً اسی کے کام میں مشغول رہتے ہیں اور اپنی جملہ نفسانی خواہشات سے باز رہتے ہیں۔ ان کی دعاؤں اور برکتوں سے آسمان سے بارش آتی ہے اور ان کی زندگی کی پاکیزگی کی بنا پر زمین سے پودے اگتے ہیں اور انہی کے روحانی تصرفات اور فیوض سے مسلمان کافروں پر فتح پاتے ہیں ان میں چار ہزار پوشیدہ ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو بھی نہیں جانتے اور اکثر اپنی اس حالت سے خود بھی واقف نہیں ہوتے اور ہر حالت میں اپنے آپ سے اور جملہ بنی آدم سے مخفی رہتے ہیں لیکن ان میں جو اہل حل و عقد ہیں، وہ دربار خداوندی کے منصب دار ہیں۔ ان کی تعداد تین سو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہے ان کو اخیار کہتے ہیں ان میں سے پھر چالیس ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے سات ہیں جو نقبا ہیں اور ان میں سے ایک قطب ہوتا ہے جسے غوث بھی کہتے ہیں۔

نظریۂ ولایت کے بانی حکیم محمد بن علی کا عقیدہ تھا کہ معجزات و کرامات بے خودی کی حالت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اللہ نے کائنات پوری طرح انہی کے تصرف میں دے رکھی ہے۔ لہٰذا ان کے فیصلے انتہائی مستحکم اور مبنی بر عدل ہونے چاہئیں اور ان کے دل انتہائی نرم ہونے چاہئیں۔ جو خدا کی جملہ مخلوقات میں کوئی تمیز نہ کریں۔ تاہم اولیاء تمام زمانوں میں اور تمام حالات میں انبیاء کے ماتحت ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہی کے اغراض و مقاصد اور شرائع کی تکمیل کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ انبیا بہر طور اولیا سے افضل ہیں کیونکہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہے۔ مزید برآں انبیا داعی اور امام ہوتے ہیں اور اولیا ان کے پیرو ہوتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا قطعاً ابداز قیاس ہے کہ ایک امام کا پیرو کار اپنے امام سے افضل ہو۔

۱۴۔ ملاحظہ ہو تاج الدین السبکی "طبقات الشافعیہ" محولہ بالا کی مندرجہ ذیل عبارت۔

قال ابو عبد الرحمٰن السلمی نفوہ من ترمذ واخرجوہ منها وشهدوا علیه بالکفر..... فجاء الی بلخ فقتلوہ فقبلوہ بسبب موافقته ایاهم علی المذهب

اور لسان المیزان محولہ بالا کی مندرجہ ذیل عبارت

قال السلمی۔ وقیل انه هجر بترمذ فی آخر عمرہ بسبب تصنیفه کتاب ختم الولایة وعلل الشریعة، قال فحل الی بلخ فاکرموہ لموافقته لهم فی المذهب یعنی الرأی

۱۵۔ غالباً یہ ۲۰۶ھ کا ذکر ہے جب کہ ختلیوں سے یعقوب بن لیث صفاری نے بلخ چھینا اور یہاں صفاریوں کی حکومت ہوئی۔

۱۶۔ بدوشاں، ورق ۲۱۲ ب

۱۷۔ الذہبی "تذکرۃ الحفاظ" طبع ثانی (حیدرآباد ۱۳۳۳ھ) جلد دوم، صفحہ ۳۱۰

۱۸۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، محولہ بالا، جلد پنجم، ص ۳۱۰

۱۹۔ دارا شکوہ "سفینۃ الاولیا" (نول کشور ۱۸۷۲) ص ۱۲۹

۲۰۔ السبکی، محولہ بالا، ص ۲۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۲۱؎ التعرف لمذھب اہل التصوف (دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۶۰ء) ص ۳۲

۲۲؎ السبکی، محولہ بالا ص ۲۰

۲۳؎ غالباً حکیم کی مراد محمد بن القاسم بن بشار ابو بکر الانباری متوفی ۳۲۸ھ ہیں جو مشہور راوئ حدیث ہیں۔

۲۴؎ ابن حجر، محولہ بالا ص ۳۱۰

۲۵؎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ (حیدرآباد ت۔ن) جلد دوم ص ۲۰۹ میں ۲۷۹ھ درج ہے۔

۲۶؎ بدوشاں، ورق ۲۱۷ - الف

۲۷؎ السبکی ص ۲۰

۲۸؎ ابن حجر محولہ بالا جلد ۵ ص ۳۰۸

۲۹؎ ابن حجر محولہ بالا

۳۰؎ التعرف (ص ۳۰۸) کے مصنف نے اسی تاریخ کو تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں۔

والمرجح انہ مات حوالی سنۃ ۲۹۶ھ

۳۱؎ ڈاکٹر آربری بھی اسی تاریخ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں - ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب الریاضۃ ص ۱۱

30. Essai sur les Origines du Lexique technique de la Mystique musulmane, 2nd ed. (Paris, 1954), p. 264. Quoted by Nicholas L. Heer, Some Biographical and Bibliographical Notes on al-Hakim al-Tirmidhi in The World of Islam (London 1960). p. 127. 31. Louis Massignon. Lexique. pp. 259-62, and Recueil de textes inedits concernat l'histoire de la mystique en pays d'Islam (Paris, 1929) pp 33-6-253-4. quoted by Nicholas L. Heer.

۳۲؎ - ان کی تصانیف کے بارے میں معلومات مندرجہ ذیل ماخذ سے لی گئی ہیں۔

۱- کتاب الریاضۃ وادب النفس (محولہ بالا)

۲- بیان الفرق بین الصدر والقلب۔ تحقیق ڈاکٹر نقولا ھیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عیسیٰ البابی، ۱۹۵۸)

۳- "عالم اسلام" (انگریزی، محولہ بالا) مطبوعہ لندن ۱۹۴۰

۴- بروکلمان جلد اول ص ۱۹۹ اور ملحقہ جلد اول ص ۳۵۵

۵- رسائل ترمذی (فرانسیسی)، مشمولہ در متفرقات لوئی ماسینون (فرانسیسی) جلد سوم دمشق ۱۹۵۷

۳۳ - عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

(P.22) بحمد اللہ ومنہ وعونہ سہل اللہ المعونۃ علی مافیہ بفضلہ وکرمہ فی یسرو عافیۃ وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وسلم کثیرا دائما ابدا۔ وفرغ منہ فی العشر الثالث من صفر سنۃ ثلث وتسعین وخمسمائۃ الفقیر الی رحمۃ ربہ عبد المحسن بن محمود رحمہ اللہ تعالیٰ بمحروسۃ حلب حامد اللہ وسبحانہ ومصلیا علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم (P.465) انتھی بحمد اللہ ومنہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ وسلم تسلیما کثیرا۔ وکان الفراغ من تسطیرہ لثلاث خلون من شہر اللہ الاصب رجب سنۃ ثلاث وتسعین وخمسمائۃ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۳۴ - | بدوشاں، | ورق | ۲۱۲ | ب | |
| ۳۵ | ایضاً | ورق | ۲۱۳ | الف | |
| ۳۶- | 〃 | 〃 | ۲۱۳ | ب | |
| ۳۷- | 〃 | 〃 | ۲۱۴ | الف | |
| ۳۸- | 〃 | 〃 | ۲۱۵ | ب | ۲۱۶ الف، ۲۱۹ ب ۲۱۷ الف |
| ۳۹- | 〃 | 〃 | ۲۱۵ | الف | |
| ۴۰ | 〃 | 〃 | ۲۱۵ | ب | |
| ۴۱ | 〃 | 〃 | ۲۱۵ | ب | |
| ۴۲ | 〃 | 〃 | 〃 | | |
| ۴۳ | 〃 | 〃 | ۲۱۷ | | |
| ۴۴ | 〃 | 〃 | ۲۱۷ | ب | |
| ۴۵ | 〃 | 〃 | ۲۱۸ | الف | |

© rasailojaraid.com